تحقیقِ حدیث میں شیخ البانیؒ پر اعتراضات

اوران کا غیر جانبدارانہ تجزیہ

Objections Raised against Sh. Albani in Hadith Research

Shahzada Imran Ayub, Ph.D Research Scholar
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Muhammad Ijaz, Associate Professor
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Abstract

In this Article, an attempt has been made by a renowned religious scholar of Syria Sheikh Nasirudin Albany (who is counted one of the contemporary Muhaddis) to offer a detached evolution of objection raised on him. And it is proved that in correction with his research in Hadith some of those objections are absolutely baseless and are fist an outcome of jealousy, whereas some are well founded in fact. In matter of fact, to err is human, so at some places Sheikh Albany has committed mistakes but keeping in view such ones is nothing but to humiliate or degrade him or try to declare all his research work as insignificant and impotent which is categorically un-Islamic tradition. However, such mistakes should be highlighted so that others could keep themselves away. But that inhbing should be such as is objective and is not meant to be derogatory. Moreover, one gets disciplined in that total argument to it inevitable as it is not necessary to be unqualified correction of it. Thus, benefit from it, but to label it as an tend in itself and blind following is not laudable.

Keywords: Sh. Albani; Hadith Sciences; Narration.

شیخ البانی عصر حاضر کے محدث کے طور پر جانے جاتے ہیں، جنھوں نے اپنی شب و روز کی محنت شاقہ کے ذریعے مسلمانانِ عالم میں تحقیقِ حدیث کی جستجو اور خدماتِ محدثین کی یاد کو ایک بار پھر تازہ کر دیا۔ آپ کا مکمل نام ''ابو عبدالرحمٰن محمد ناصرالدین بن نوح نجاتی بن آدم الالبانی'' ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۱۴ء میں البانیہ کے دارالخلافہ ''اشقودرہ'' میں ہوئی، اسی وجہ سے آپ البانی کہلوائے۔ آپ نے تحقیقِ حدیث کی طرف راغب ہونے کے بعد ساری زندگی اسانید و متونِ حدیث کی چھان پھٹک میں ہی صرف کر دی۔

تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جو لوگ بھی تحقیقی کاموں (بالخصوص احادیث کے رجال و اسانید کی تحقیق) میں مصروف ہیں ان کے سامنے کیا کیا مشکلات ہوتی ہیں؟ شب و روز کی محنت کے بعد بھی بعض

اوقات کسی مسئلے میں صحیح رخ متعین نہیں ہو پاتا، بعض اوقات لوگوں کی ایک جماعت بھی مل کر کسی قابل عمل رائے تک نہیں پہنچتی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زیر بحث موضوع کے کسی ایک گوشے سے ناواقفیت کی بنا پر بہت زیادہ تحقیق کے بعد بھی کیا ہوا فیصلہ غلطی پر ہی مبنی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی بھی محقق سے اختلاف یا اس کی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے اس میدان کی مشکلات، محقق کی پرخلوص محنت وکوشش، اسلامی اخلاق وآداب اور علمی اسلوبِ تنقید پیش نظر رکھنا کسی بھی معتدل اور منصف مزاج ریسرچ سکالر کا اولین وصف ہونا چاہیے۔

بلاشبہ تحقیق میں کسی سے اختلاف ہوسکتا ہے، رائے مختلف ہوسکتی ہے اور انسان پر یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی کی تحقیق کو حرف آخر ہی سمجھے لیکن تحقیق میں جس سے اختلاف ہوا ہے اس کی اصلاح کی بجائے اس پر سب وشتم شروع کر دینا اور معاشرے میں اس کی بدنامی کی کوشش کرنا اسلامی اخلاقیات کے یکسر منافی ہے۔ چنانچہ شیخ البانی ؒ پر نقد کے حوالے سے بعض حضرات نے علمی رویہ بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے مگر بعض تو اخلاقیات کی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں اور شیخ ؒ سے اختلاف کی وجہ سے انہیں گالیاں تک دینی شروع کر دی ہیں جیسا کہ شیخ ابن بازؒ سے دریافت کرتے ہوئے ایک سائل نے ذکر کیا کہ ہمارے ہاں ایک عالم دین ہے جو بعض روایات کی تحقیق میں اختلاف کی وجہ سے شیخ البانی ؒ کو گالیاں دیتا ہے۔(۱) اب کسی عالم دین کو تو درکنار کسی عام مسلمان کو بھی گالیاں دینا کس شریعت کی رو سے جائز ہے؟۔ اسی طرح اگر تحقیق میں کسی کی غلطی ثابت بھی ہو جائے تو اسلام کی رو سے اس محقق کے خلاف سب وشتم کا دروازہ کھود دینا چاہیے یا اس کی حتی الامکان اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے؟۔

یقیناً اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان بھی معصوم عن الخطا نہیں۔ اس لیے شیخ البانی ؒ سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔ اب ہمیں چاہیے کہ ان کی اغلاط کی اچھے طریقے سے نشاندہی کریں تاکہ دوسرے لوگ ان کی غلطی سے محفوظ رہ سکیں۔ یہی اسلامی رویہ ہے چنانچہ شیخ ابن بازؒ نے بھی اپنے ایک فتویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ

"الشیخ ناصر الدین الألبانی من خواص اخواننا الثقات المعروفین بالعلم والفضل والعنایة بالحدیث الشریف تصحیحا وتضعیفا ولیس معصوما بل قد یخطئ فی بعض التصحیح والتضعیف ولکن لا یجوز سبه ولا ذمه ولا غیبته بل المشروع الدعاء له بالمزید من التوفیق وصلاح النیة والعمل ومن وجد له غلطا واضحا بالدلیل فعلیه أن یناصحه ویکتب له فی ذلک عملا بقول النبی ﷺ: "الدین النصیحة" ولقوله ﷺ: "المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه"فالواجب علی الجمیع التناصح والتواصی بالحق وتنبیه المخطئ الی خطئه وارشاده الی الصواب حسب الأدلة الشرعیة، وفق الله الجمیع"

"شیخ ناصر الدین البانی علم وفضل اور حدیث شریف کی تصحیح وتضعیف میں مشہور ہمارے ثقہ بھائیوں میں سے ہیں، لیکن وہ معصوم (عن الخطا) نہیں بلکہ بعض اوقات تصحیح وتضعیف میں ان سے بھی غلطی ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں گالی دینا، ان کی مذمت بیان کرنا یا ان کی غیبت کرنا جائز سمجھ لیا جائے بلکہ مشروع یہ ہے کہ ان کے لیے مزید توفیق، نیت کی درستگی اور عمل کی دعا کی جائے۔ اور جسے بھی ان کی کوئی ایسی غلطی نظر آئے جو دلیل کے ساتھ بالکل واضح ہو تو اس پر لازم ہے کہ ان کی خیر خواہی کے ارادے سے انہیں اس کے متعلق لکھ بھیجے اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرے کہ"

دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔'' (۲) اور اس فرمان پر بھی عمل کرے کہ ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے رسوا نہیں کرتا۔'' (۳) لہٰذا سب پر واجب ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں، ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں اور غلطی کرنے والے کو اس کی غلطی سے متنبہ کریں اور دلائلِ شرعیہ کے مطابق درستگی کی طرف اس کی رہنمائی کریں، اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔'' (۴)

اسی طرح سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے اپنے ایک فتوے میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ

"الرجل معروف لدينا بالعلم والفضل وتعظيم السنة وخدمتها وتأييد مذهب أهل السنة والجماعة فى التحذير من التعصب والتقليد الأعمى وكتبه مفيدة ولكنه كغيره من العلماء ليس بمعصوم يخطئ ويصيب ونرجو له فى اصابته أجرين وفى خطاه أجر الاجتهاد كما ثبت عن النبى ﷺ أنه قال " اذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله اجران واذا حكم واجتهد فأخطأ فله أجر واحد " ونسأل الله أن يوفقنا وایاكم واياه للثبات على الحق والعافية من مضلات الفتن"

''شیخ البانی ہمارے نزدیک ایسے شخص ہیں جو علم وفضل، سنت کی تعظیم وخدمت اور تعصب واندھی تقلید سے بچانے کے حوالے سے اہل السنہ والجماعہ کے مذہب کی تائید میں معروف ہیں، ان کی کتابیں مفید ہیں، لیکن وہ بھی دوسرے علما کی طرح معصوم (عن الخطا) نہیں، (لہٰذا) ان سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستگی بھی اور ہمیں ان کی درستگی میں ان کے لیے دوہرے اجر کی اور ان کی غلطی میں اجتہاد کے ایک اجر کی امید ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ''جب حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔'' (۵) ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں، آپ کو اور شیخ البانی کو حق پر ثابت قدمی اور گمراہ کن فتنوں سے عافیت میں رہنے کی توفیق دے۔''

اس فتوے میں یہ علماء شامل ہیں ''عبداللہ بن قعود، عبداللہ بن غدیان، عبدالرزاق عفیفی اور ابن بازؒ۔'' (۶)

بہرحال شیخ البانیؒ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کی بنا پر بہت سے لوگوں نے شیخؒ پر نقد بھی کیا ہے اور اپنے اپنے انداز میں اعتراضات بھی پیش کیے ہیں۔ مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اعتراض کرنے والے کو محقق کی بات صحیح طور پر سمجھ نہیں آتی، محقق کچھ اور کہنا چاہتا ہے مگر معترض اسے کسی اور نگاہ سے دیکھ رہا ہوتا ہے، اسی طرح بعض اوقات محقق سے محض بغض وعناد اور حسد کی وجہ سے معترض اس چیز پر بھی اعتراض کر دیتا ہے جو حقیقت میں قابل اعتراض نہیں ہوتی۔ آئندہ سطور میں انہی اعتراضات اور ان کی نوعیت کا علمی اور غیر جانبدارانہ انداز میں تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسئلے میں معتدل اور متوازن رائے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ البانیؒ کی غلطیاں اور ان پر اعتراضات کا دائرہ وسیع ہے یعنی شیخؒ پر کچھ اعتراضات ایسے ہیں جو فقہی مسائل سے متعلق ہیں، کچھ ان کی شخصیت کے حوالے سے ہیں اور کچھ تحقیقِ حدیث کے حوالے سے ہیں۔ چونکہ

ہمارا موضوع تحقیقِ حدیث سے متعلق ہے اس لیے ہم یہاں صرف اسی سے متعلقہ چند اہم اعتراضات اوران کا جائزہ پیش کریں گے، ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری ومسلم کی روایات پر تنقید:

شیخ البانیؒ پر جوسب سے بڑا اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخؒ نے صحیحین کی بعض احادیث کوضعیف کہہ دیا ہے جبکہ جمہور محدثین کے نزدیک احادیثِ صحیحین کی صحت پر اتفاق ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے محمود سعید ممدوح کی ایک کتاب مکتبہ علمیہ لاہور نے شائع کی ہے جس کا نام ہے ''تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم ''اس میں انہوں نے صحیحین کا دفاع اور شیخ البانیؒ پر نقد کرتے ہوئے صحیح مسلم کی ان روایات کا ذکر کیا ہے جنہیں شیخؒ نے ضعیف کہا ہے۔اس اعتراض کا جواب ہم درج ذیل نکات کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔

(1) اولاً، یہ واضح رہے کہ شیخ البانیؒ نے بخاری ومسلم کی روایات پر محض تنقید ہی نہیں کی بلکہ ان کا دفاع بھی کیا ہے جیسے چند امثلہ سے یہ بات واضح ہوگی، ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ ''من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب'' ''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے''(۷)۔

اس روایت پر کلام کرتے ہوئے امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ

''فھذا حدیث غریب جدا ولولا ھیبۃ ''الجامع الصحیح'' لعددتہ فی منکرات خالد بن مخلد''

''یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے اور اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو میں اسے خالد بن مخلد (اس حدیث کے راوی) کی منکر روایتوں میں شمار کرتا''(۸)

حافظ ابن حجرؒ نے دلائل کے ساتھ اس حدیث پر کلام کرنے والوں کا رد کیا ہے۔(۹) شیخ البانیؒ یہ تمام دلائل ذکر کرنے کے بعد صحیح بخاری کی اس حدیث کے دفاع میں فرماتے ہیں:

''فان حدیثا یخرجہ الامام البخاری فی ''المسند الجامع'' لیس من السھل الطعن فی صحتہ لمجرد ضعف فی اسنادہ لاحتمال أن یکون لہ شواھد تاخذ بعضدہ وتقویہ''

''بلاشبہ امام بخاریؒ نے جس حدیث کی صحیح بخاری میں تخریج کی ہے محض اس کی سند میں ضعف کی وجہ سے اس کی صحت کے بارے میں طعن کرنا سہل کام نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے اس کے کچھ شواہد ہوں جو اسے مضبوط اور قوی بناتے ہوں۔''(۱۰)

۲۔ ''لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف'' ''میری امت میں ضرور ایسی اقوام ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کوحلال بنالیں گی۔''(۱۱)

اس حدیث پر امام ابن حزمؒ نے کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ

''ھذا منقطع لم یتصل ما بین البخاری وصدقۃ بن خالد ولا یصح فی ھذا الباب شیء أبدا ،

وكل ما فيه فموضوع"

''یہ منقطع ہے، بخاری اور صدقہ بن خالد (راوی) کے درمیان متصل نہیں اور اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں اور ہر وہ چیز جو اس بارے میں (روایت کی جاتی) ہے وہ موضوع ہے'' (۱۲)

شیخ البانیؒ نے امام ابن حزمؒ کا رد کرتے ہوئے صحیح بخاری کی اس حدیث کا پرزور دفاع کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "وقد فصلت القول في ذلك في جزء عندي في الرد على رسالة ابن حزم" ''میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے پاس موجود ایک جزء ''الرد علی رسالۃ ابن حزم'' میں بالتفصیل گفتگو کی ہے'' (۱۳)

۳۔ "كان رسول الله ﷺ يذكر الله على كل أحيانه" ''رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے'' (۱۴)۔

صحیح مسلم کی اس روایت کو امام ابوزرعہ رازیؒ نے ضعیف کہا ہے اور امام ابوحاتم رازیؒ نے اس کے بعض راویوں پر کلام کیا ہے۔ شیخ البانیؒ نے ان کے اقوال نقل کرنے کے بعد ان کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ

"والحق أن الحديث قوي" ''برحق بات یہ ہے کہ یہ حدیث قوی ہے'' (۱۵)۔

۴۔ "اذا مرض العبد أو سافر كتب له ما كان يعمل مقيما صحيحا" ''جب آدمی بیمار ہو جائے یا سفر پر روانہ ہو جائے تو اس کے لیے اتنے عمل کا اجر لکھا جائے گا جو وہ مقیم اور تندرست ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا'' (۱٦)۔

صحیح بخاری کی اس حدیث کو امام دارقطنیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے ان کا رد کیا ہے اور چار شواہد پیش کر کے اس حدیث کی صحت کو ثابت کیا ہے اور فرمایا ہے:

"وفي الباب أحاديث أخرى وفيما ذكرته كفاية"

''اس بارے میں مزید احادیث بھی ہیں مگر جو میں نے ذکر کر دی ہیں وہ کافی ہیں'' (۱۷)

۵۔ ''ذلك الوأد الخفي'' ''یہ (یعنی عزل) چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔'' (۱۸)

صحیح مسلم کی اس روایت کو بھی بعض اہل علم نے ضعیف کہا ہے جبکہ شیخ البانیؒ نے ان میں سے کسی کی بھی تضعیف کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی تردید فرمائی ہے اور اس روایت کو اپنی کتاب ''آداب الزفاف'' میں نقل فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ

''والحديث صحيح بلا ريب فيه'' ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔'' (۱۹)

شیخ البانیؒ نے ان کے علاوہ بھی صحیحین کی متعدد احادیث کا دفاع کیا ہے (۲۰) جن کی تفصیل طوالت کے خدشہ سے یہاں ذکر نہیں کی جارہی۔ مذکورہ بالا امثلہ سے معلوم ہوا کہ شیخ البانیؒ صحیحین کی احادیث کے بارے میں بہت زیادہ محتاط تھے اور ان کے متعلق کسی کا طعن بھی قبول نہیں کرتے تھے بلکہ دلائل کے ساتھ اس کی تردید فرماتے تھے۔

(2) ثانیاً، یہ یاد رہے کہ صحیحین کی احادیث پر صرف شیخ البانیؒ نے ہی تنقید نہیں کی بلکہ متقدم محدثین نے بھی کی ہے جیسا کہ

درج بالا امثلہ سے واضح ہے۔

(3) ثالثاً، یہ بھی پیش نظر رہے کہ شیخؒ اس بات کے معترف تھے کہ صحیحین کی تمام احادیث کی صحت پر اتفاق ہے جیسا کہ انہوں نے ایک مقام پر یہ بھی نقل فرمایا ہے:" **ينبغي لمن يشتغل بكتب السنة أن يجعل عمدته على الصحيحين لاتفاق الأمة عليهما** "" کتب سنہ کے ساتھ اشتغال رکھنے والے کو چاہیے کہ اس عمل کی بنیاد صحیحین پر رکھے کیونکہ ان (کی صحت) پر امت متفق ہے۔"(٢١)

(4) رابعاً، شیخؒ نے صحیحین کی جن احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان پر نقد کرتے ہوئے ان کی اسناد ورواۃ پر مفصل بحث کی ہے اوراس سلسلے میں بعض متقدم محدثین کے اقوال کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری کی اس حدیث "ان العبد ليتكلم بالكلمة لا يلقي لها بالا يرفعه الله درجات......" پر نقد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ضعيف : اخرجه البخاری (٦٤٧٨ ـفتح) و احمد (٢/٣٣٤) و المروزی فی " زوائد الزهد" (٤٣٩٣) و البيهقي في " الشعب " (٢/٧٦/١) من طريق عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار ، عن ابيه عن ابي صالح ، عن ابی هريرة مرفوعا به . قلت : و هذا إسناد ضعيف ، و له علتان : الاولى: سوء حفظ عبد الرحمن هذا مع كونه قد احتج به البخاری ، فقد خالفوه و تكلموا فيه من قبل حفظه، - قال يحيى بن معين : حدث يحيى القطان عنه ، و في حديثه عندی ضعف...... ثم خرجت له شاهدا من غير حديث ابی هريرة برقم (٨٨٨)"

یہ روایت ضعیف ہے، اسے بخاری، احمد، مروزی، اور بیہقی نے 'عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار، عن ابیہ عن ابی صالح، عن ابی ہریرہؓ مرفوعا بہ' کے طریق سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے اوراس کی دو علتیں ہیں:

الف۔ یہ عبدالرحمٰن راوی سیئ الحفظ ہے مگر پھر بھی امام بخاریؒ نے اس سے احتجاج کیا ہے جبکہ دیگر محدثین نے اس پر کلام کرتے ہوئے امام بخاری کی مخالفت کی ہے۔امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے یحییٰ القطانؒ نے حدیث بیان کی ہے مگر میرے نزدیک اس کی حدیث میں ضعف ہے۔عمرو بن علیؒ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے کچھ بھی بیان کرتے ہوں۔امام ابوحاتمؒ نے کہا ہے کہ اس میں کمزوری ہے، اس کی حدیث لکھی تو جاتی ہے مگر اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔امام ابن حبانؒ نے "الضعفاء" میں نقل فرمایا ہے کہ یہ راوی اپنے والد سے روایت بیان کرنے میں منفرد ہے، اس کی متابعت نہیں کی گئی، مزید برآں اس کی روایت میں فاش غلطیاں بھی ہیں اس لیے اگر یہ منفرد ہو تو اس کی خبر قابل احتجاج نہیں۔یحییٰ القطان اس سے حدیث بیان کرتے ہیں اور امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب میں اس سے احتجاج کیا ہے البتہ حماد بن سلمہ نے اسے ترک کیا ہے۔امام ذہبیؒ نے اسے "الضعفاء" میں نقل کیا ہے۔امام ابن معینؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں ضعف ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے ان تمام اقوال کا خلاصہ "التقريب" میں ان لفظوں میں نکالا ہے کہ یہ صدوق ہے غلطیاں کرتا ہے... خلاصہ یہ ہے کہ اس راوی کے ضعف پر مذکورہ تمام ائمہ کا اتفاق ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی بھی محقق توقف نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی منصف شک کرسکتا ہے۔

ب۔ امام مالکؒ نے اس روایت کے مرفوع ہونے میں اس راوی کی مخالفت کی ہے اور مؤطا میں یہی روایت ابو ہریرہؓ سے موقوفاً نقل فرمائی ہے جس میں "في الجنة" کے لفظ زائد ہیں۔ پس اس زیادتی کے ساتھ امام مالکؒ کی یہ موقوف روایت اس بات کی مزید تاکید کرتی ہے کہ عبدالرحمٰن راوی نے یہ حدیث صحیح طرح یاد نہیں رکھی اور اس کی سند میں اضافہ کر کے اسے نبی کریم ﷺ تک مرفوع بنا دیا اور متن میں ان الفاظ کی کمی کر دی جو جبلِ حفظ امام مالکؒ نے اس میں زیادہ کیے ہیں اور یہ اس راوی کے قلیل الضبط ہونے کی دوسری دلیل ہے......۔

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سلسلہ صحیحہ (۵۴۰) میں اس طریق کے شاہد سمیت اس کی تخریج کی ہے اور ۸۸۸ نمبر حدیث کے تحت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے علاوہ بھی اس کے شاہد کی تخریج کی ہے۔'' (۲۲)

اس ساری بحث کے بعد نقل فرماتے ہیں:

"و بعد فقط اطلت الكلام على هذا الحديث و راويه دفاعا عن السنة و لكى لا يتقول متقول، او يقول قائل من جاهل او حاسد او مغرض : إن الالبانى قد طعن فى "صحيح البخارى" و ضعف حديثه، فقد تبين لكل ذى بصيرة اننى لم احكم عقلى او رايى كما يفعل اهل الاهواء قديما و حديثا ، و إنما تمسكت بما قاله العلماء فى هذا الراوى و ما تقتضيه قواعدهم فى هذا العلم الشريف و مصطلحه من رد حديث الضعيف ، و بخاصة إذا خالف الثقة والله ولى التوفيق"

''اس حدیث اور اس کے رواۃ پر اس قدر طویل کلام میں نے سنت کے دفاع کے لیے کیا ہے اور اس لیے کہ کوئی بھی جاہل، حاسد اور تنگدل یہ نہ کہے کہ البانی ''صحیح بخاری'' پر طعن کرتا ہے اور اس کی حدیث کو ضعیف کہتا ہے۔ یقیناً ہر اہل بصیرت کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے کہ میں نے اپنی عقل اور رائے سے کوئی حکم نہیں لگایا جیسا کہ قدیم وجدید خواہش پرستوں کا شیوہ ہے، میں نے تو محض اسی کو اختیار کیا ہے جو کسی راوی کے بارے میں اہل علم نے کہا ہے اور جس چیز کا ضعیف حدیث کی تردید کے حوالے سے اس معزز علم اور اس کی اصطلاحات میں اہل فن کے قواعد تقاضا کرتے ہیں، بالخصوص جب کوئی راوی ثقہ کی مخالفت کرے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔'' (۲۳)

معلوم ہوا کہ شیخؒ نے احادیثِ صحیحین پر نقد ہی نہیں بلکہ ان کا دفاع بھی کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ احادیثِ صحیحین پر صرف شیخ البانیؒ نے ہی نہیں بلکہ متقدم محدثین نے بھی نقد کیا ہے۔ نیز شیخ البانیؒ بھی اس بات کے معترف تھے کہ احادیثِ صحیحین کی صحت پر علما کا اتفاق ہے۔ البتہ شیخؒ نے جو خود صحیحین کی احادیث پر نقد کیا ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے تو اس کی اصل بنیاد ان کی اسناد اور رواۃ کو بنایا ہے، یعنی شیخؒ اس بات کے قائل تھے کہ احادیثِ صحیحین کی اسناد کی مزید تحقیق ہو سکتی ہے اگرچہ ان کے متون دیگر شواہد کی بنا پر صحیح و ثابت ہیں۔ یہی باعث ہے کہ شیخؒ نے جہاں بھی صحیحین کی احادیث پر نقد کیا ہے اغلباً ان کی اسناد کو ہی پیش نظر رکھا ہے اور ان کے رواۃ پر مفصل بحث قلمبند کی ہے۔ لیکن ہمارے علم کے مطابق شیخ البانیؒ کا یہ موقف بھی متقدم جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

لہٰذا اگر ہم اسے شیخ البانیؒ کی غلطی کہیں تو یہ یاد رہنا چاہیے کہ غلطیاں بھی انسانوں سے ہی ہوتی ہیں، یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی انسان غلطی ہی نہ کرے اور اگر یہ بڑی غلطی ہے تو جس قدر انسان بڑا کام کررہا ہوتا ہے غلطی بھی اتنی ہی بڑی کرتا ہے، یہ تو معروف ہے۔ البتہ ہمیں چاہیے کہ شیخؒ کی ان غلطیوں کو قبول نہ کریں اور ان کے باقی تحقیقی کام سے استفادہ کریں اور اگر موازنہ بھی کیا جائے تو ان کی علمی تحقیقات کا فائدہ ان کی ان چند غلطیوں سے کہیں زیادہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحیحین کی جن روایات پر شیخ البانیؒ نے ضعف کا حکم لگایا ہے وہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ یہ محض ان کی اپنی تحقیق تھی اور تحقیق میں انسان سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اور شیخ البانی کی یہ غلطیاں ہی بتاتی ہیں کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہی تھے، غلطیوں سے پاک تو صرف نبی کی ذات ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ البانی کی تحقیق سے کلی اتفاق ضروری نہیں کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ان کی تحقیق سو فیصد درست ہی ہو۔ اس لیے شیخ البانی کی تحقیق سے استفادہ تو ضرور کرنا چاہیے مگر ان کی تحقیق کو حرفِ آخر سمجھنا یا ہر مسئلے میں ان کی تقلید کرنا درست نہیں۔

نقدِ حدیث میں تناقضات:

شیخ البانیؒ پر دوسرا بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ شیخؒ کی تحقیق میں بہت زیادہ تناقضات ہیں۔ یعنی ایک روایت کو ایک جگہ صحیح جبکہ اسی کو دوسری جگہ ضعیف کہہ دیتے ہیں، اسی طرح ایک روایت کو ایک جگہ ضعیف اور دوسری جگہ اسی کو صحیح کہہ دیتے ہیں۔ اس حوالے سے حسن بن علی السقاف نے خاص کام کیا ہے اور شیخ البانیؒ کے تناقضات پر "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الأحادیث و تضعیفها من أخطاء و غلطات" کے عنوان سے کتاب تحریر کی ہے، جس کے تین اجزا شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں مؤلف نے شیخ البانیؒ پر مختلف پہلوؤں سے نقد کرتے ہوئے شیخؒ کی مختلف کتب سے ایسی احادیث جمع کی ہیں جن پر شیخؒ نے مختلف مقامات پر مختلف حکم لگائے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب سمجھنے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ شیخ البانیؒ کی تحقیق میں اختلاف کی تین بنیادی وجوہ ہیں:

☆ ایک، شیخؒ ایک کتاب میں ایک سند کے مطابق روایت کو ضعیف کہہ دیتے ہیں جبکہ دوسری جگہ اس سند کے شواہد و توابع پیش کر کے اس پر صحت کا حکم لگا دیتے ہیں۔

☆ دوسری، بعض اوقات شیخؒ اپنی تحقیق کے مطابق ایک جگہ ایک روایت کو صحیح یا ضعیف کہہ دیتے ہیں لیکن جب شیخؒ کو علم ہوتا ہے کہ ان کی تحقیق غلطی پر مبنی ہے تو دوسری کتاب میں اس تحقیق سے رجوع فرما لیتے ہیں۔

☆ تیسری، بعض اوقات شیخؒ (بحیثیتِ انسان) غلطی کر جاتے ہیں اور ایک حدیث پر مختلف جگہ مختلف حکم لگا دیتے ہیں۔

ان تینوں وجوہ کی مزید توضیح آئندہ امثلہ سے ہوگی:

۱۔ حسن سقاف نے شیخ البانیؒ کے تناقضات بیان کرتے ہوئے ایک روایت یہ ذکر کی ہے:

"الجمعة حق واجب علی کل مسلم ......" "جمعہ ہر مسلمان پر حق و واجب ہے۔"

اس کے تحت نقل کیا ہے:

"ضعفه الألبانی فی : تخریج ((مشكاة المصابيح)) (٤٣٤/١) : فقال : رجاله ثقات وهو منقطع كما أشار أبو داود ـ ومن التناقضات أنه : أورد الحديث فی ارواء الغليل (٥٤/٣)، (٥٩٢) وقال : صحيح ـ فتدبروا يا أولی الألباب"

''البانیؒ نے اسے ''مشکاۃ المصابیح'' کی تخریج میں ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ منقطع ہے جیسا کہ امام ابوداودؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔(سقاف کا کہنا ہے کہ) یہ البانیؒ کے تناقضات میں سے ہے کہ انہوں نے یہی حدیث ''ارواء الغلیل'' میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔اے عقل والو! ذرا غور کرو۔''(۲۴)

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سقاف کا نقل کردہ یہ تناقض حقیقت میں تناقض ہے ہی نہیں کیونکہ مذکورہ روایت کے متعلق شیخ البانیؒ نے ''مشکاۃ المصابیح'' میں صرف امام ابوداود کا یہ قول ہی نقل فرمایا ہے:

"رجاله ثقات من رجال مسلم غير أن أبا داود أشار الى أنه منقطع ، فقال : طارق بن شهاب قد رأى النبی ﷺ ولم يسمع منه شيئا"

''اس کے راوی ثقہ ہیں، مسلم کے رواۃ میں سے ہیں، سوائے اس کے کہ ابوداود نے اس کے منقطع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ طارق بن شہاب نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے مگر آپ سے کچھ سنا نہیں۔''(۲۵)

یعنی شیخؒ نے اس مقام پر تضعیف کی صراحت کیے بغیر محض امام ابوداودؒ کی بات ہی نقل فرمائی ہے اور دوسری جگہ ''ارواء الغلیل'' میں بھی شیخؒ نے اس روایت کے تحت امام ابوداودؒ کی یہی بات نقل فرما کر پہلے اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن بعد میں اس کے شواہد وتوابع پیش کر کے آخر میں کہا ہے کہ

"وبالجملة فالحديث صحيح بهذه الشواهد والطرق" ''خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان شواہد اور اسناد کی وجہ سے صحیح ہے۔''(۲۶)

معلوم ہوا کہ شیخؒ کی مذکورہ عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں، انہوں نے ایک جگہ سنن ابوداود کی جس روایت کو امام ابوداود کے بقول منقطع کہا ہے، دوسری جگہ بھی وہی کہا ہے البتہ ایک جگہ شواہد وتوابع پیش نہیں کیے جبکہ دوسری جگہ پیش کر کے اسے قابل حجت قرار دیا ہے۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہاں تناقضِ البانی کی مثال پیش کرنے میں خود حسن سقاف کو ہی غلطی لگی ہے۔

۲۔ حسن سقاف نے شیخ البانیؒ کے تناقض کی ایک مثال یہ بیان کی ہے کہ

"حديث ابی هريرة رضی الله عنه قال : قلت يا رسول الله انی اذا رأيتك طابت نفسی......"

''ابوہریرہؓ کی یہ حدیث کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے''۔

اس کے تحت نقل کیا ہے:

"قال الألبانی ـ مصححا له ـ فی ارواء الغليل (٢٣٧/٣ ـ ٢٣٨) قلت : واسناده صحيح رجاله رجال الشيخين غير ابی ميمونة وهو ثقة كما فی التقريب وقال الحاكم : صحيح

الاسناد ووافقه الذهبي۔ قلت : متناقض ، فقد أورد الحديث مضعفا اياه في "السلسلة الضعيفة" (٤٩٢/٣ السطر ٩) قائلا : قلت : وهذا اسناد ضعيف ۔ وذكر هناك أيضا أن الحاكم صححه ووافقه الذهبي ثم رد عليهما"

''البانیؒ نے ''ارواء الغلیل'' میں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی شیخین کے راوی ہیں سوائے ابومیمونہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے جیسا کہ ''تقریب'' میں ہے اور امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ (سقاف کا کہنا ہے کہ) میرے نزدیک یہ البانیؒ کا تناقض ہے اور وہ اس طرح کہ اسی حدیث کو انہوں نے ''السلسلۃ الضعیفۃ'' میں نقل فرمایا ہے اور اس کی ان الفاظ میں تضعیف کی ہے کہ ''میں کہتا ہوں اس کی سند ضعیف ہے'' اور یہاں بھی اسی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور پھر ان دونوں کا رد کیا ہے۔'' (۲۷)

اگرچہ بظاہر یہ شیخ البانیؒ کا تناقض معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت یہ تناقض نہیں بلکہ رجوع ہے۔ کیونکہ ''ارواء الغلیل'' میں شیخؒ نے ابومیمونہ راوی کے بارے میں محض حافظ ابن حجرؒ کے اس قول کی وجہ سے اس روایت کو صحیح کہہ دیا کہ ''وہ ثقہ ہے''، لیکن جب شیخؒ کے سامنے دارقطنی کا یہ قول آیا کہ ''ابومیمونہ عن ابی ھریرہ، وعنہ قتادہ، مجہول ہے'' تو انہوں نے اس حدیث پر اپنے پہلے حکم سے رجوع کر لیا اور ''الضعیفہ'' میں اس سند کی مزید علل کو بیان کرتے ہوئے اس پر نیا 'ضعف کا' حکم لگا دیا۔ لہٰذا اسے ہرگز تناقض شمار نہیں کیا جاسکتا۔

نیز غلطی واضح ہو جانے پر اپنی بات سے رجوع کر لینا یقیناً قابل مذمت نہیں بلکہ قابل تعریف وصف ہے جو شیخ البانیؒ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ یہی باعث ہے کہ انہوں نے صرف یہی نہیں بلکہ دیگر بہت سے مقامات پر اپنی پہلی تحقیق سے رجوع کیا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا ہے جیسا کہ شرح العقیدہ الطحاویہ کی تخریج میں ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ "ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم" ''یعنی شیطان انسان کے لیے اسی طرح بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے۔'' میں نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا تھا لیکن مجھے علم نہیں ایسا کیسے ہوا، اب میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے جیسے کہ میں نے المشکاۃ (۱۸۴) کی تخریج اور الأحاديث الضعيفه (۳۰۱۶) میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (۲۸)

اسی طرح ''صفة صلاة النبی ﷺ'' کے مقدمہ میں شیخؒ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ میں فضیلۃ الشیخ تویجری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی غلطیاں واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور میں درج ذیل چار اشیاء میں ان کی اصابتِ رائے کا بھی معترف ہوں۔ اس کے بعد شیخؒ نے اپنی چار غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان سے رجوع کا اظہار فرمایا ہے۔ (۲۹)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کے خدشہ سے انہی پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ (۳۰)

۳۔ بعض اوقات شیخ البانیؒ تحقیق میں غلطی بھی کر جاتے ہیں جیسا کہ:

"درهم ربا أشد عند الله من ستة وثلاثين زنية" ''سود کا ایک درہم اللہ کے نزدیک چھتیس (۳۶) بار زنا کرنے سے

بدتر ہے۔''

شیخ البانیؒ نے "غاية المرام" میں اس روایت کو صحیح جبکہ "ضعيف الجامع الصغير" میں اسے ضعیف کہا ہے۔(۳۱)

یہاں تحقیق کا اختلاف واقعتاً شیخؒ کی غلطی ہے اور غلطی کا صدور ہر انسان سے ممکن ہے۔ اہل علم نے کیا خوب بات کہی ہے:

"كل أحد يؤخذ من كلامه ويترك الا رسول الله ﷺ"

''ہر ایک کی بات کو اخذ بھی کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔''(۳۲)

لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں حسن ظن ہی رکھنا چاہیے جس نے اپنی ساری زندگی خدمتِ سنت کے لیے وقف کر دی اور ایسے انداز میں اس کی غلطیوں کی نشاندہی کرنی چاہیے جس سے مقصود بھی حاصل ہو جائے اور اس کی توہین بھی نہ ہو۔

فاش غلطیوں کا صدور:

کچھ حضرات نے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ شیخ البانیؒ فاش غلطیاں کرتے ہیں اور وہ اس کی مثال یہ پیش کرتے ہیں کہ شیخؒ نے ''ارواء الغلیل'' میں محمد بن اسماعیل الترمذی راوی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ نقل فرمایا ہے:

"والترمذی ثقة حافظ وهو صاحب السنن"

''اور (محمد بن اسماعیل) ترمذی ثقہ حافظ ہیں اور وہ صاحبِ سنن بھی ہیں۔''(۳۳)

یعنی شیخؒ کی اس عبارت کے مطابق سنن ترمذی کا مصنف ''محمد بن اسماعیل الترمذی'' راوی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جامع ترمذی کے مصنف ''ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ'' ہیں۔

یہ اور اس طرح کی دیگر غلطیاں تلاش کر کے کچھ حضرات نے تو ''أوہام الألبانی'' کے نام سے کتابیں تک لکھ دی ہیں۔ اس سلسلے میں حبیب الرحمٰن اعظمی نے "الألباني ؛ شذوذه وأخطائه" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ حسن سقاف نے بھی اپنی کتاب "تناقضات الألباني الواضحات فيما وقع له في تصحيح الأحاديث وتضعيفها من أخطاء وغلطات" کے آخر میں یہ عنوان "أوهام الشيخ الألباني وأخطائه الكبيرة في هذا الفن" قائم کر کے بہت سی ایسی مثالیں نقل کی ہیں جو رواۃ کے اسماء نقل کرنے، ان پر جرح وتعدیل کا حکم لگانے اور دیگر مختلف اُمور میں شیخ البانیؒ کی غلطیوں پر دلالت کرتی ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ اور اس طرح کی دیگر غلطیوں کو شیخ البانیؒ کی فاش غلطیاں شمار کر کے انہیں مطعون کرنے کی بجائے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ انہیں شیخؒ کا سہو قرار دیا جائے ورنہ حدیث کا ہمارے جیسا ادنیٰ طالب علم بھی یہ تو جانتا ہی ہے کہ جامع ترمذی کے مصنف کا کیا نام ہے تو کیا ایک ایسا محدث جو شب وروز حدیث کے کام میں مصروف ہے اس کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اسے جامع ترمذی کے مصنف کا ہی علم نہیں تھا۔

علاوہ ازیں اگر ان مغالطوں کو مدنظر رکھ کر کوئی شیخ البانیؒ کو ضرور ہی مطعون کرنا چاہتا ہے تو اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مغالطے تو ائمہ محدثین سے بھی ہوئے ہیں جیسے کہ امام حاکمؒ نے ''المستدرک'' میں عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: "لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب..." اور اس کے بعد اس پر یہ حکم لگایا ہے کہ "هذا

حدیث صحیح الاسناد" ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔''(۳۴) اور دوسری کتاب "المدخل الی الصحیح'' میں اسی راوی کے متعلق یہ نقل فرمایا ہے کہ: "عبد الرحمن بن زید بن أسلم روی عن أبیه أحادیث موضوعة "''عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی نے اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔''(۳۵)

اسی طرح امام ابن ابی حاتم رازیؒ نے ''بیان خطأ البخاری'' کے عنوان سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے جس میں انہوں نے ۱۷۷ کے قریب امام بخاریؒ کی غلطیاں جمع کی ہیں۔

تو ان ائمہ حدیث کے بارے میں کیا رائے ہوگی کہ انہوں نے فاش غلطیاں کی ہیں یا ان سے سہو ہوا ہے۔لہٰذا جو رائے ان ائمہ محدثین کے مغالطوں کے بارے میں ہو وہی شیخ البانیؒ کے بارے میں بھی ہونی چاہیے۔

مقام نبوت میں طعن کرنے والی حدیث کی تصحیح:

کچھ اہل علم نے شیخ البانیؒ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ایک فاسد حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جو مقامِ نبوت میں طعن کرتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی شہوانی تصویر پیش کرتی ہے۔(۳۶) اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن أزهر بن سعید الحرازی قال : سمعت أبا کبشة الأنماری قال : کان رسول الله ﷺ جالسا فی أصحابه فدخل ثم خرج وقد اغتسل فقلنا: یا رسول الله ! قد کان شیء ؟ قال: أجل؛ مرت بی فلانة فوقع فی قلبی شهوة النساء فأتیت بعض أزواجی فأصبتها فکذلك فافعلوا ؛ فانه من أماثل أعمالکم اتیان الحلال"

''ازہر بن سعید حرازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو کبشہ انماری کو سنا، اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ (اپنے حجرے میں) داخل ہو گئے، پھر نکلے تو آپ نے غسل کیا ہوا تھا۔ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی مسئلہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں میں فلاں عورت کے پاس سے گزرا تو میرے دل میں عورتوں کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ میں اپنی ایک بیوی کے پاس آیا اور اس سے ہم بستری کی۔پس تم بھی اسی طرح کیا کرو، یقیناً حلال چیز کو اختیار کرنا تمہارے عمدہ اعمال میں سے ہے۔''

اس روایت کو شیخ البانیؒ نے سلسلہ صحیحہ میں نقل فرمایا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔(۳۷)

اس روایت کی تصحیح کے حوالے سے شیخ البانیؒ پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ البانیؒ سے پہلے یہ اعتراض امام احمدؒ پر بنتا ہے جنہوں نے اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو ''المسند'' میں نقل فرمایا ہے۔(۳۸) اسی طرح امام طبرانیؒ (۳۹)، امام ابو نعیمؒ (۴۰) اور امام ہیثمیؒ (۴۱) نے بھی اپنی اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔لہٰذا شیخ البانیؒ پر اعتراض سے پہلے ان سب اہل علم پر یہ اعتراض کرنا چاہیے کہ انہوں نے اس فاسد روایت کو اپنی اپنی کتاب میں جگہ کیوں دی؟

دوسرے یہ کہ اس روایت کی تصحیح میں شیخ البانیؒ منفرد نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے حافظ عراقیؒ نے بھی اس روایت کی تصحیح فرمائی ہے۔(۴۲) اسی طرح مسند احمد کے محقق شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(۴۳)

تیسرے یہ کہ صحیح مسلم کی درج ذیل روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

"اذا أحدكم أعجبته المرأة فوقعت فی قلبه فليعمد الى امرأته فليواقعها فان ذلك يرد ما فی نفسه"

''جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو تو وہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس سے ہم بستری کرے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ چیز ختم ہو جائے گی جو اس کے دل میں پیدا ہوئی ہے۔''(۴۴)

اسی طرح اس روایت کی شاہد صحیح مسلم کی وہ روایت بھی ہے جس میں ہے:

"أن رسول الله ﷺ رأى امرأة فأعجبته فأتى امرأته زينب فقضى منها حاجته"

''رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا، وہ آپ کو اچھی لگی تو آپ زینبؓ کے پاس آئے اور ان سے اپنی حاجت پوری کی۔''(۴۵)

معلوم ہوا کہ اگر معترض کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے تو درج بالا روایت کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سی صحیح روایات کی بھی تردید لازم آئے گی لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ پھر اس اعتراض کی زد قرآن پر بھی پڑتی ہے کیونکہ شہوانی باتیں تو قرآن میں بھی موجود ہیں جیسا کہ جنتی عورتوں کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا﴾ ''ابھری ہوئی چھاتیوں والی ہم عمر عورتیں''(۴۶)

تو کیا یہ اور اس طرح کی دیگر آیات بھی فاسد کہلائیں گی (العیاذ باللہ!)۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور مکمل ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل رہنمائی کرتا ہے، اس میں صرف نماز، روزہ کے ہی نہیں بلکہ قضائے حاجت اور استنجاء سے لے کر دوسرے ملکوں سے تعلقات تک کے بارے میں مکمل رہنمائی موجود ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسانی شہوات (جو فطرت کا حصہ ہیں اور جس کے بارے میں قرآن بایں طور مخاطب ہوا ہے کہ ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ کے بارے میں اس میں کوئی حکم ہی نہ ہو۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کو بھی بحیثیتِ انسان مبعوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ بھی ان تمام مراحل سے گزریں جن سے ایک عام فرد گزرتا ہے، تب ہی آپ ہر معاملے میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ اعتراض انتہائی بے بنیاد اور باطل ہے اور یہ حدیث صحیح و ثابت ہے جسے صحیح کہنے میں شیخ البانیؒ منفرد نہیں بلکہ متقدم محدثین اور دیگر محققین نے بھی اس پر صحت کا ہی حکم لگایا ہے اور اگر بالفرض معترض کا اعتراض تسلیم کر لیا جائے تو پھر شیخ البانیؒ سے پہلے اس حدیث کو نقل کرنے والے اور اس مفہوم کی دیگر روایات نقل کرنے والے تمام محدثین اس اتہام و اعتراض کے مستحق قرار پاتے ہیں حتی کہ بعض قرآنی آیات کی بھی تردید لازم آتی ہے جس کا یقیناً کوئی بھی قائل نہیں۔

بہت سی اسانید و روایات سے جہالت:

شیخ البانیؒ پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے انہیں بہت سی اسانید اور روایات کا علم ہی نہیں تھا جبکہ وہ محدث شمار کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی نے نقل کیا ہے:

" ومن أبين الدلائل على جهله أنه يقول فى حديث "برد امرنا" لم يتيسر لى الوقوف عليه فى شىء من الكتب المعروفة اليوم من كتب السنة ان هذا الحديث أسنده ابن عبدالبر فى استيعابه"

''شیخ البانی کی جہالت کے واضح دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ''بردامرنا'' حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس وقت معروف کتب سنہ میں سے کسی میں بھی مجھے یہ روایت نہیں ملی... حالانکہ یہ حدیث ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کی ہے'' (۴۷)

یہی اعتراض حسن سقاف نے بھی پیش کیا ہے اور شیخ البانیؒ کی مختلف کتابوں سے متعدد ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جن میں شیخ البانیؒ نے کسی سند یا روایت کے بارے میں عدمِ علم کا اظہار فرمایا ہے۔ سقاف نے ان اسناد و روایات کو خود تلاش کر کے ذکر کیا ہے اور یوں شیخ البانیؒ کو بہت سی اسناد و روایات سے جاہل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (۴۸)۔

اس اعتراض کے جواب میں مَیں یہی کہنا چاہوں گا کہ اگر کسی کے علم میں کوئی بات نہیں اور وہ اس کا اعتراف کرتا ہے تو کیا یہ قابل مذمت امر ہے یا فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کو ہر چیز کا علم ہو ہی نہیں سکتا؟ اور اگر کسی ذات کو ہر چیز کا علم ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ أَنَّ اللّٰهَ قَدۡ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عِلۡمًا﴾

''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علمی اعتبار سے احاطہ کر رکھا ہے'' (۴۹)

اور بندوں کو اس نے حسبِ منشا ہی علم عطا کر رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَيۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾

''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے'' (۵۰)

اب جن جن چیزوں سے شیخ البانیؒ نے ناواقفیت کا اظہار کیا ہے یا معترضین نے ذکر کی ہیں ان سے شیخؒ کی ناواقفیت تو اللہ تعالیٰ کی منشا کی وجہ سے تھی تو اس بنیاد پر شیخؒ پر طعن کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اور اگر بالفرض اعظمی صاحب کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے تو پھر سب ہی علما حتی کہ کبار ائمہ تک جاہل شمار ہوں گے کیونکہ سب کو ہی بہت سی چیزوں کا علم نہیں تھا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے: "ما من أحد الا وتذهب عليه سنة رسول الله ﷺ وتعزب عنه فما قلت من قول ، أو أصلت من أصل ، فيه عن رسول الله ﷺ خلاف ما قلت فالقول ما قال رسول الله ﷺ وهو قولى" ''کوئی شخص ایسا نہیں جو بعض حدیثیں بھول نہ گیا ہو یا بعض حدیثیں اس پر مخفی نہ رہی ہوں، اس لیے اگر میں نے کوئی بات کہی ہو یا کوئی اصولی قاعدہ بیان کیا ہو لیکن اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے میری بات کے خلاف منقول ہو تو بات وہی مانی جائے گی جو رسول اللہ ﷺ نے کہی اور وہی میرا قول ہوگا۔'' (۵۱)

اسی طرح دیگر اہل علم اور ائمہ کی بھی بہت سی ایسی امثلہ پیش کی جا سکتی ہیں جن میں انہوں نے شیخ البانیؒ کی طرح کسی حدیث، سند یا راوی سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے، چند ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ امام بخاریؒ نے خلف بن خلیفہ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ "لم أجد هذا الرجل"۔"یہ آدمی مجھے نہیں ملا۔" (۵۲)

۲۔ حافظ ابن حجرؒ نے عبد بن حمید سے مروی ایک روایت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:"لم أجد هذا الحديث فی تفسيره ولا فی مسنده والله اعلم" "یہ حدیث مجھے نہ تو اس کی تفسیر میں ملی ہے اور نہ ہی اس کی مسند میں،(اس کے متعلق) اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔" (۵۳)

۳۔ امام زیلعیؒ نے ایک روایت کے متعلق کہا ہے کہ "لم أجد له شاهدا" "مجھے اس کا کوئی شاہد نہیں ملا۔" (۵۴)

۴۔ ایک روایت کے متعلق حافظ ابن الصلاحؒ نے فرمایا ہے:"لم أجد له أصلا، وهو عجيب منه، فقد رواه الطبرانی فی الصغير" "مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی، (حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ) ان کی طرف سے اس بات کا صدور نہایت عجیب ہے، بلاشبہ اس روایت کو طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں روایت کیا ہے" (۵۵)۔

۵۔ ایک راوی کے متعلق امام ابن عدیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ "أرجو أنه لا بأس به لأنی لم أجد له حديثا منكرا، قلت روی له البخاری حديثين" "مجھے امید ہے کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی کوئی بھی منکر حدیث مجھے نہیں ملی، (حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے اس کی دو حدیثیں نقل کی ہیں" (۵٦)۔

درج بالا امثلہ اور شیخ اعظمی اور سقاف کے قول کو سامنے رکھا جائے تو ان کے قول کے مطابق امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام زیلعیؒ، حافظ ابن الصلاحؒ اور امام ابن عدیؒ وغیرہ جیسے کبار علما و محدثین بھی جاہل ہی شمار ہوں گے کیونکہ انہوں نے بھی شیخ البانیؒ کی طرح مختلف مقامات پر بعض اسناد، روایات اور راویوں سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن یقیناً اس بات کے خود شیخ اعظمی اور سقاف بھی قائل نہیں ہوں گے۔ اس لیے فی الواقع ایسا ہے کہ کسی چیز کا علم نہ ہونے پر اس سے لاعلمی کا ہی اظہار کر دینا حقیقت پسندی اور راست گوئی کا مظہر ہونے کی بنا پر ایک عمدہ وصف ہے نہ کہ کوئی معیوب چیز اور متقدم ائمہ محدثین کا بھی یہی طرز عمل تھا جیسا کہ درج بالا امثلہ سے واضح ہے۔

امام ترمذیؒ پر تساہل کا حکم:

شیخ البانیؒ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے امام ترمذیؒ پر تصحیح میں متساہل ہونے کا حکم لگایا ہے اور ان کے نزدیک امام ترمذیؒ کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ اعتراض بالتفصیل محمود سعید ممدوح نے اپنی کتاب:

"التعريف بأوهام من قسم السنن الی صحيح وضعيف" میں نقل کیا ہے (۵۷)۔

جہاں تک اس اعتراض کے پہلے حصے کا تعلق ہے کہ شیخ البانیؒ نے امام ترمذیؒ پر تصحیح میں متساہل ہونے کا حکم لگایا ہے، وہ بات تو درست ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ کی تصحیح و تضعیف کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرمایا:

"هذا من محاسن كتابه لولا تساهل عنده فی التصحيح"

"یہ (یعنی امام ترمذیؒ کی تصحیح و تضعیف) کتاب کے محاسن میں شامل ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے ہاں تصحیح میں تساہل ہے۔" (۵۸)

لیکن اعتراض کا دوسرا حصہ کہ شیخ البانیؒ کے نزدیک امام ترمذیؒ کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کی کچھ حیثیت نہیں اور وہ اسے کالعدم سمجھتے ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ شیخ البانیؒ نے متعدد مقامات پر امام ترمذیؒ کی تحقیق کو تائید میں ذکر کیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ شیخؒ کے نزدیک امام ترمذیؒ کی تحقیق ایک حد تک قابل حجت ہے۔جیسا کہ چند امثلہ پیش خدمت ہیں:

الف۔ " فثبت الحديث ثبوتا لا شك فيه وقد حسنه الترمذی " "پس حدیث ثابت ہوگئی جس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں اور بلاشبہ امام ترمذیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے" (٥٩)۔

ب۔ " قرة المزنی فی "المسند" (٣/٤٣٦) بسند صحيح وصححه الترمذی" "قرہ مزنی کی روایت مسند میں صحیح سند کے ساتھ ہے اور اسے امام ترمذیؒ نے بھی صحیح کہا ہے" (٦٠)۔

ج۔ "قلت: اسناده ضعيف؛ عبيد الله بن مسلم القرشی ...... فی عداد المجهولين ولذلك ضعفه الترمذی" "(شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے، عبید اللہ بن مسلم قرشی مجہول راویوں میں شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے" (٦١)۔

ان امثلہ سے معلوم ہوا کہ شیخ البانیؒ پر یہ اعتراض ہی درست نہیں کہ وہ امام ترمذیؒ کی تحقیق کو کالعدم سمجھتے ہیں۔تاہم یہ اعتراض درست ہے کہ انہوں نے امام ترمذیؒ پر تصحیح میں تساہل کا حکم لگایا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ البانیؒ نے امام ترمذیؒ پر یہ اعتراض اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کی بنیاد متقدم ائمہ محدثین کو ہی بنایا ہے جیسا کہ انہوں نے اعتراض کے ساتھ یہ بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ

"عرف به عند النقاد من علماء الحديث" "نقاد محدثین کے ہاں وہ اس (تساہل) کے ساتھ معروف ہیں" (٦٢)

یعنی امام ترمذیؒ کو متساہل کہنے کے دعویدار شیخ البانیؒ ہی نہیں بلکہ متقدم محدثین بھی ہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ نے کثیر بن عبد اللہ راوی کے حالات نقل کرتے ہوئے ایک روایت نقل فرمائی ہے جسے امام ترمذیؒ نے صحیح کہا ہے لیکن اس میں کثیر بن عبداللہ راوی ضعیف اور متروک ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

"فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذی"

"اسی لیے اہل علم امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔" (٦٣)

متقدم ائمہ محدثین نے امام ترمذیؒ کو اس وجہ سے متساہل قرار دیا ہے کہ انہوں نے بہت سی ایسی روایات کی تصحیح کردی ہے جن میں ضعیف راوی موجود ہیں۔جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس روایت " اذا مررتم برياض الجنة ..." کو حسن قرار دیا ہے۔(٦٤) حالانکہ اس کی سند میں "محمد بن ثابت البنانی" راوی ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(٦٥) امام ابوزرعہؒ نے اسے لین کہا ہے۔امام ابن معینؒ نے اسے غیر قوی کہا ہے۔عفان نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔(٦٦) امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ یہ محل نظر ہے اور امام نسائیؒ نے اسے ضعیف

کہا ہے۔ (۶۷)

اسی طرح امام ترمذیؒ نے اس روایت ''من خاف أدلج ...'' کو بھی حسن کہا ہے۔(۶۸) مگر اس روایت میں بھی یزید بن سنان ابوفروہ رہاوی راوی ضعیف ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۶۹) امام ابن معینؒ نے کہا ہے یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام ابن مدینیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۷۰) اسی طرح امام احمدؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے اور امام نسائیؒ نے اسے متروک الحدیث کہا ہے(۷۱)۔

معلوم ہوا کہ شیخ البانیؒ نے امام ترمذیؒ کو صرف اس لیے متساہل قرار دیا ہے کیونکہ متقدم محدثین نے انہیں متساہل کہا ہے اور دوسرے یہ کہ جامع ترمذی میں بہت سی ایسی امثلہ موجود ہیں جن سے ان کے تساہل کا علم ہوتا ہے جیسے کہ درج بالا سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

امام ابن حبانؒ کی توثیق پر عدم اعتماد:

شیخ البانیؒ پر یہ اعتراض بھی ہے کہ انہوں نے امام ابن حبانؒ کی توثیق کو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ جیسا کہ یہ اعتراض بھی محمود سعید ممدوح نے ہی نقل کیا ہے۔ (۷۲) شیخ البانیؒ نے واقعتاً امام ابن حبانؒ کی توثیق پر عدمِ اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اپنی کتاب ''تمام المنه'' کے مقدمہ میں چند اساسی قواعد بیان کرتے ہوئے ''عدم الاعتماد علی توثیق ابن حبان '' کا ذکر فرمایا ہے۔ (۷۳)

دراصل شیخ البانیؒ نے امام ابن حبانؒ کی توثیق کو اس لیے غیر معتبر قرار دیا ہے کیونکہ امام ابن حبانؒ نے بہت سے مجہول راویوں کو ثقات میں شمار کر لیا ہے۔ انہوں نے رواۃ کی توثیق اور عدمِ توثیق کا فیصلہ کرنے کے لیے میزان یہ مقرر کیا ہے جس راوی کی ایک مرتبہ عدالت ثابت ہو جائے (یعنی جہالتِ عینیہ زائل ہو جائے) تو اس پر صرف اس صورت میں جرح ممکن ہے جب اس میں اسبابِ جرح میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے۔(۷۴) ان کے اس معیار پر نقد کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ جن راویوں کی جہالتِ عینیہ زائل ہو گئی ہو وہ ثقات ہیں، یہ موقف بہت عجیب ہے اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے (کیونکہ اگر جہالتِ عینیہ زائل ہو جائے تو جہالتِ حال تو ابھی بھی باقی ہے تو راوی ثقہ کیسے ہوا؟) یہی وجہ ہے کہ بہت سے ایسے راوی جنہیں امام ابوحاتم رازیؒ وغیرہ نے مجہول کہا ہے امام ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں شمار کر لیا ہے۔(۷۵)

امام ابن حبانؒ کے اس معیارِ توثیق پر تبصرہ کرتے ہوئے امام سخاویؒ نے بھی یہ نقل فرمایا ہے

''وذلك غير كاف في التوثيق عند الجمهور'' ''جمہور علما کے نزدیک توثیق کا یہ معیار کافی نہیں'' (۷۶)

اس کمزور معیارِ توثیق کا ہی نتیجہ ہے کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی ''كتاب الثقات'' میں بہت سے مجہول راوی حتی کہ ایسے راوی بھی درج کر دیئے ہیں جن کے احوال کے بارے میں وہ خود بھی کچھ نہیں جانتے۔ جیسا کہ ابان (عن ابی بن کعب) راوی کے بارے میں ذکر فرماتے ہیں کہ ''لا أدري من هو ولا بن من هو'' نہ تو مجھے یہ علم ہے کہ یہ راوی کون ہے اور نہ ہی یہ علم ہے کہ یہ کس کا بیٹا ہے؟۔'' (۷۷) اسی طرح حسن الکوفی (۷۸) زبرقان (عن النواس بن سمعان) (۷۹) اور سبرہ (عن

انس) وغیرہ کے متعلق بھی امام ابن حبانؒ نے یہی الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ (۸۰)

مدینہ یونیورسٹی میں کلیۃ الحدیث کے استاذ شیخ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم نے بھی امام حبانؒ کو توثیق میں متساہل قرار دیا ہے اور پھر متساہلین کے بارے میں اصول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"وان انفرد أحدهم بذلك التوثيق فانه لا يسلم له فان من عادة ابن حبان توثيق المجاهيل"

''اگر ان (متساہلین) میں سے کوئی (کسی کی) توثیق میں منفرد ہو تو اس کی توثیق تسلیم نہیں کی جائے گی، بلاشبہ امام ابن حبانؒ کی عادت ہے کہ وہ مجہول راویوں کی توثیق کر دیتے ہیں۔'' (۸۱)

معلوم ہوا کہ شیخ البانیؒ اپنے اس موقف میں حق بجانب ہیں کہ امام ابن حبانؒ نے توثیق میں تساہل سے کام لیا ہے اور دیگر محدثین کا بھی یہی موقف ہے اس لیے اگر اس سلسلے میں ان پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو بلاشبہ وہ خود ہی غلطی پر ہے۔

عربی زبان سے ناواقفیت:

شیخ البانیؒ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ان کی عربی اچھی نہیں تھی کیونکہ ان کا تعلق عرب سے نہیں تھا، جیسا کہ محمد بن ابراہیم الشیبانی نے نقل فرمایا ہے۔ (۸۲)

اس اعتراض کے حوالے سے جب ایک شخص نے شیخ محمد بن ابراہیم شقرہ کے سامنے یہ بات کی کہ شیخ البانیؒ کی تو عربی ہی اچھی نہیں ہے۔ تو انہوں نے اس کی تردید میں یہ کہا کہ آپ شیخ البانیؒ کی کسی بھی کتاب کا مقدمہ اٹھائیے اور پھر اس جیسا لکھ کر لائیے، ہم شیخؒ کے اور آپ کے لکھے ہوئے کا موازنہ کر لیتے ہیں کہ کس کی عربی اچھی ہے۔ اس پر وہ شخص خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ (۸۳)

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے سطحی اعتراضات شیخ البانیؒ پر ان کے حاسدین کی طرف سے افتراپردازی کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ ورنہ ہمارے سامنے ہے کہ عجمی ممالک سے کچھ لوگ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور چند سالوں میں واپس آ کر عربی بولتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں تو کیا ایک عربی ملک میں مقیم، ساری زندگی عربی کتب کے مطالعہ میں مصروف رہنے والا اور ایک عرصہ اسی مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے والا شخص عربی زبان سے جاہل ہوگا۔

اور اگر عربی سے واقفیت اور محدث الوقت ہونے کے لیے عربی النسل ہونا ضروری ہے تو پھر بتائیے کہ امام زمخشریؒ، امام مبردؒ، امام سیبویہؒ، امام ابن فارسؒ، امام زجاجیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام احمدؒ اور امام دارقطنیؒ وغیرہ عربی النسل تھے؟ یقیناً یہ سب عربی النسل نہیں بلکہ عجمی تھے مگر یہ لوگ لغت، حدیث اور فقہ میں امام تھے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ محدث، فقیہ اور لغتِ عرب میں ماہر ہونے کے لیے عربی النسل ہونا ضروری نہیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بھی فن میں بلند مقام حاصل کرتا ہے تو اس سے کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں، پھر اس پر اعتراض بھی کیے جاتے ہیں اور ہمیشہ اعتراض کرنے والے لوگ دو طرح کے ہی ہوتے ہیں، یا تو اصلاح کی غرض سے اعتراض

کرتے ہیں اور یا پھر توہین وتذلیل کے لیے۔ شیخ البانیؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ جب انہوں نے فنِ حدیث میں بلند مقام حاصل کیا تو ان سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں مگر حاسدین اور معاندین نے ان کی چند غلطیوں کے ساتھ بہت سی ایسی چیزوں کو بھی ملا کر موجب طعن بنا دیا جو حقیقت میں غلطیاں تھی ہی نہیں۔ شیخ البانیؒ پر سب سے بڑا جو اعتراض کیا گیا وہ صحیحین کی بعض احادیث کی تضعیف تھی۔ اس سلسلے میں شیخؒ کی رائے، تحقیق یا اجتہاد کچھ بھی تھا مگر یہ ان کی غلطی ہی تھی۔ اسی طرح شیخؒ پر تحقیق میں تناقضات کا اعتراض کیا گیا جن میں بعض جگہ معترضین خود ہی غلطی پر تھے اور بعض جگہ واقعتاً شیخؒ سے غلطی ہوئی تھی۔ کچھ حضرات نے شیخؒ کو فاش غلطیوں کے مرتکب کے طور پر پیش کیا اور کچھ نے یہ اعتراض کیا کہ شیخؒ بہت سی اسناد وروایات سے لاعلم تھے جیسا کہ شیخؒ نے اس کا جابجا خود ہی اظہار کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان سے غلطیوں کا صدور یقینی ہے، چنانچہ شیخ البانیؒ سے بھی غلطیاں ہوئیں لیکن ان کی غلطیوں کو سامنے رکھ کر انہیں موردِ طعن بنانا اور ان کی تذلیل واہانت کی کوشش کرنا قطعاً اسلامی روایات کے منافی ہے۔ البتہ ان کی غلطیوں کی نشاندہی ضرور ہونی چاہیے تاکہ دوسرے لوگ ان سے محفوظ رہ سکیں۔ اسی طرح اگر کوئی شیخ البانیؒ پر یہ طعن کرے کہ انہوں نے کسی حدیث یا سند سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے تو یہ بھی ایسا اعتراض ہے کہ جس سے کوئی محدث یا امام بھی مستثنیٰ نہیں۔ علاوہ ازیں کچھ حضرات نے محض شیخ البانیؒ سے بغض وعناد کی وجہ سے ہی اعتراض کیے ہیں جن کی علمی اور تحقیقی میدان میں کوئی حیثیت نہیں جیسے کہ شیخ البانیؒ کی عربی اچھی نہیں تھی وغیرہ وغیرہ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن باز، عبدالعزیز بن عبداللہ، مجموع فتاوی ابن باز (۲۵/۷۱)، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والافتاء، ریاض ۱۴۲۱ھ

۲۔ مسلم بن حجاج، ابوالحسن القشیری النیسابوری/ صحیح مسلم، کتاب الایمان: باب بیان أن الدین النصیحۃ رقم الحدیث: ۸۲، دارالجیل، بیروت/ ۱۴۰۱ھ

۳۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والغضب: باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، رقم الحدیث: ۲۲۶۲، مطبوعہ دار السلام، ریاض/۱۴۱۹ھ؛ مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۴۶۷۷

۴۔ مجموع فتاوی ومقالات ابن باز ۳۱۲/۲۱، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والافتاء، ریاض ۱۴۲۱ھ

۵۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب أجر الحاکم اذا اجتہد فأصاب أو أخطأ، رقم الحدیث: ۷۳۵۲، ابوداود: کتاب الأقضیۃ: باب فی القاضی یخطئ، رقم الحدیث: ۳۵۷۴، ابن ماجہ: کتاب الأحکام: باب الحاکم یجتہد فیصیب الحق، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۹۷ء، رقم الحدیث: ۲۳۱۴، نسائی: کتاب آداب القضاۃ: باب الاصابۃ فی الحکم، رقم الحدیث: ۵۳۸۱

۶۔ فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (۲۲۴/۱۲۔۲۲۵)۔

۷۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق: باب التواضع، رقم الحدیث: ۶۵۰۲

۸۔ الذھبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۶۴۱/۱، تحقیق: علی محمد بجاوی/ دار المعرفۃ، بیروت/

۱۳۸۸ھ۔

۹۔ عسقلانی، ابن حجر، ابوالفضل شہاب الدین احمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۲۹۲/۱۱۔۲۹۳ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

۱۰۔ لالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، السلسلۃ الصحیحۃ (تحت الحدیث ۱۶۴۰/، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۹۹۵ء

۱۱۔ بخاری، تعلیقات: کتاب الأشربۃ: باب ماجاءأن الخمر ما خامر العقل من الشراب (بعد الحدیث: ۵۵۹۰)۔

۱۲۔ المحلی لابن حزم (۵۹/۹)۔

۱۳۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، تحت الحدیث: ۹۱، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۹۹۵ء

۱۴۔ مسلم: کتاب الحیض: باب ذکر اللہ تعالی فی حال الجنابۃ رقم الحدیث: ۸۵۲

۱۵۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، تحت الحدیث: ۴۰۶ مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۹۹۵ء

۱۶۔ بخاری: کتاب الجہاد والسیر: باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ رقم الحدیث: ۲۹۹۶

۱۷۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین/ارواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل، المکتب الاسلامی، بیروت/۱۹۷۹ء، رقم الحدیث: ۵۶۰

۱۸۔ مسلم: کتاب النکاح: باب جواز الغیلۃ (رقم الحدیث: ۳۶۳۸)۔

۱۹۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین/ آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ/المکتبۃ الاسلامیہ، عمان/ ۱۴۱۴ھ، ص: ۱۳۳۔

۲۰۔ ملاحظہ فرمایئے: ارواء الغلیل، ۱۱۳/۲، ۳۱۶؛ التعلیق علی المشکاۃ، رقم الحدیث: ۵۸۹۴، أحکام الجنائز، ص: ۲۰۴، ص: ۲۰۷؛ مقدمۃ شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۳۹؛ السلسلۃ الصحیحۃ، ۶۰/۱۔

۲۱۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان/۱۴۰۸ھ، ص، ۲۹۱۔

۲۲۔ السلسلۃ الضعیفۃ (تحت الحدیث: ۱۲۹۹)۔ ۲۳۔ أیضا۔

۲۴۔ تناقضات الألبانی الواضحات (رقم الحدیث: ۳)۔

۲۵۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح/ تحقیق: علامہ البانی، المکتب الاسلامی، بیروت/۱۹۸۵ء، رقم الحدیث: ۱۳۷۷

۲۶۔ ارواء الغلیل (۵۸/۳)۔ ۲۷۔ تناقضات الألبانی الواضحات (رقم الحدیث: ۵۰)۔

۲۸۔ تخریج الطحاویۃ (ص: ۵۷۸)۔

۲۹۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ من التکبیر الی التسلیم کا نک تراہ، ترجمہ وتقدیم: عبدالباری فتح اللہ المدنی، اہل حدیث تعلیمی ورفاہی سوسائٹی، دریا آباد، الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۱ء، ص، ۳۳، ۳۴۔

۳۰۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: مقدمہ مختصر الشمائل المحمدیۃ، مقدمہ سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ۔

۳۱۔ غایۃ المرام (رقم الحدث: ۱۷۲)ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (رقم الحدیث: ۲۹۷۰)۔

۳۲۔ القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث، دار النفائس، بیروت/۱۹۸۷ء، ص، ۲۷۶۔

۳۳۔ ارواء الغلیل (۲۶۶/۲)۔

۳۴۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، دار ابن حزم، بیروت/۱۴۰۱ھ، رقم الحدیث: ۴۲۲۸۔
۳۵۔ المدخل الی الصحیح (ص: ۱۵۴)۔
۳٦۔ www.aklaam.net/forum/showthread.php۔
۳۷۔ السلسلة الصحیحة (رقم الحدیث: ۴۴۱)۔
۳۸۔ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ الفقیہ المحدث، مسند احمد، مطبوعہ بیت الأفکار الدولیة، ریاض، بدون التاریخ، رقم الحدیث: ۱۸۰۵۷
۳۹۔ المعجم الأوسط (۱۷۳/۳)۔
۴۰۔ الحلیة (۲۰/۲)۔ ۴۱۔ مجمع الزوائد (۲۹۲/٦)۔
۴۲۔ تخریج الأحیاء (۳۷/۲)۔ ۴۳۔ مسند احمد، بتحقیق أرناؤوط (رقم الحدیث: ۱۸۰۵۷)۔
۴۴۔ مسلم: کتاب النکاح: باب ندب من رأی امرأة فوقعت فی نفسه (رقم الحدیث: ۳۴۷۵)۔
۴۵۔ مسلم: کتاب النکاح: باب ندب من رأی امرأة فوقعت فی نفسه (رقم الحدیث: ۳۴۷۳) بیہقی فی شعب الایمان (۳٦۷/۴) مسند احمد (۱۴۵۷۷)۔
۴٦۔ النبا: ۳۳
۴۷۔ الألبانی؛ شذوذہ وأخطاءہ (ص: ۱۸)۔ ۴۸۔ تناقضات الالبانی الواضحات (ص: ۲۰۔۲۳)۔
۴۹۔ الطلاق: آیت ۱۲۔ ۵۰۔ البقرة: آیت ۲۵۵۔
۵۱۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر ابوعبداللہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب الحدیثة، قاہرہ/۱۹٦۹ء، ۲۸٦/۲۔
۵۲۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت/۱۴۱۵ھ، ۱۹۴/۳۔
۵۳۔ فتح الباری، ۲۲۸/۱۔ ۵۴۔ نصب الرایة (۳۲٦/۳)۔
۵۵۔ ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شہاب الدین احمد، التلخیص الحبیر، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۴۳۰/۲۔
۵٦۔ فتح الباری، ۴۴۴/۱۔ ۵۷۔ التعریف (۴۵۱/۱۔۴۵۲)۔
۵۸۔ الالبانی، علامہ محمد ناصر الدین، ضعیف سنن ترمذی، مکتبة المعارف، ریاض/۲۰۰۰ء، ص: ۱۵۔
۵۹۔ ارواء الغلیل (۹۷/۱)۔ ٦۰۔ السلسلة الصحیحة (تحت الحدیث: ۲۷۰)۔
٦۱۔ ضعیف ابوداود، الأم (رقم الحدیث: ۴۲۰)۔ ٦۲۔ مقدمة ضعیف ترمذی (ص: ۱۵)۔
٦۳۔ میزان الاعتدال (۴۰۷/۳)۔ ٦۴۔ ترمذی: کتاب الدعوات (رقم الحدیث: ۳۵۱۰)۔
٦۵۔ التقریب (ص: ۱۵۸)۔ ٦٦۔ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۲۱۷/۷)۔
٦۷۔ الکامل لابن عدی (۱۳٦/٦)۔
٦۸۔ ترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق والورع (رقم الحدیث: ۲۴۵۰)۔
٦۹۔ التقریب (ص: ۳۷۴)۔ ۷۰۔ الجرح والتعدیل (۲٦٦/۹)۔

۷۱۔ الکامل لابن عدی (۲۶۹/۷)۔ ۷۲۔ التعریف (۴۰۹/۱)۔
۷۳۔ تمام المنۃ (ص:۲۰)۔
۷۴۔ ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد بن ابی حاتم البستی، کتاب الثقات، تحقیق: السید شرف الدین أحمد، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۵ء، ۱۲/۱؛ المجروحین (۱۱/۱) معرفۃ الثقات للعجلی (۱۲۴/۱) لسان المیزان (۱۴/۱)۔
۷۵۔ ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شہاب الدین احمد، لسان المیزان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۱۴/۱۔
۷۶۔ السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن، فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ۳۴۷/۳۔
۷۷۔ کتاب الثقات (۳۷/۴)۔ ۷۸ أیضا (۱۲۶/۴)۔
۷۹۔ أیضا (۲۶۵/۴)۔ ۸۰۔ أیضا (۳۴۱/۴)۔
۸۱۔ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم، ضوابط الجرح والتعدیل، الجامعۃ الاسلامیۃ، مدینۃ منورۃ/ ۱۴۱۲ھ، ص، ۴۹، ۵۰۔
۸۲۔ حیاۃ الألبانی للشیبانی (۵۰۶/۲)۔
۸۳۔ المرجع السابق (۵۰۷/۲)۔

ویب سائٹس:

- ☆ www.alsonnah.com
- ☆ www.alalbany.net
- ☆ www.echoroukonline.com
- ☆ www.arabs2day.ws
- ☆ www.uaegoal.com
- ☆ www.islam2all.com

رسائل و جرائد:

- ☆ ماہنامہ طوبی/ جامعہ امام ابن تیمیہ، دہلی/ نومبر ۲۰۰۷ء۔
- ☆ ماہنامہ محدث (شیخ البانی کی رحلت پر اشاعتِ خاص)/ مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور/ نومبر ۱۹۹۹ء۔
- ☆ ماہنامہ محدث/ جامعہ سلفیہ، بنارس/ فروری ۲۰۰۰ء۔
- ☆ ماہنامہ السراج/ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال/ اکتوبر ۱۹۹۹ء۔